

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی

کائناتِ روحانی

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على عباده الذين اصطفى
اس مضمون میں مندرجہ ذیل نظریات پر بحث کی گئی ہے:

(۱) قرآن مجید ایک مستقل عالم ہے، اور کائناتِ مادی کے مقابلہ میں اس کی آیات و سور کائناتِ روحانی ہیں۔

(۲) قرآن مجید اسی طرح مجمل ہے، جس طرح زمین مجمل ہے پھر جس طرح انسان کی تمام جسمانی ضروریات اسی زمین سے نکلتے ہیں اسی طرح روحانی ضروریات قرآن سے پورے ہوتے ہیں۔

(۳) قرآن مجید کی آیات میں بعض اوقات جو بے ربطی پیدا ہو جاتی ہے اسکی کیا وجہ ہے۔

(۴) قرآن مجید سے بعض لوگ کیوں گمراہ ہو جاتے ہیں؟

(۵) مسلمانوں کی موجودہ تباہیوں کا راز کیا ہے؟



وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنین (حق سبحانہ تعالیٰ)

ہم قرآن میں ان چیزوں کو اتار رہے ہیں جو ایمانداروں کیلئے شفاء اور رحمت ہیں۔

انسان کچھ بھی ہو، اس کی قوتوں کی غیر محدود رسائیاں جس حد تک بھی پہنچتی ہوں، لیکن اس میں بھی کوئی شبہ

نہیں کہ باوجود اسکے بھی اگر غور کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ (تہادہ کچھ بھی نہیں ہے)

کائنات کا ہر ذرہ، عالم کی ہر چیز، اس کی مدد و معاونت میں مصروف ہے اور وہی اسے پیغام عمل دیتی ہے، حتیٰ

کہ انہی کے بل بوتے پر وہاں پہنچتا ہے، جہاں دوسرے نہیں پہنچتے۔

وہ اپنی قوتِ دید کے متعلق مدعی ہے کہ کروڑوں میل دور سے آفتاب کی طویل و عریض رقبہ کا احاطہ کر لیتا ہے،

اور یقیناً کر لیتا ہے لیکن فضاء میں پھیلنے والی روشنی اگر بجھا دی جائے، تو اس کے بعد کیا بھی اسے اس دعویٰ کی جرأت

ہو سکتی ہے؟

ابراور رات کی تاریکی میں وہی انسان جو دن کو اپنے دائرہٴ بینائی میں نصف کرۂ عالم کو گھیرے ہوئے تھا، اگر

کسی اندھیری کوٹھری میں ڈال دیا جائے تو کیا پھر اس میں اور اس اندھیرے میں کچھ بھی فرق باقی رہ جاتا ہے جو بیچارہ سرے

سے اس قوت پر ماتم کر کے بیٹھ چکا ہے؟

انسان سنتا ہے اور اپنی قوت سامعہ کی بناء پر مدعی ہے کہ علاوہ عالم الوان و انوار کے ایک اور عالم اصوات (آواز) کا موجود ہے لیکن اگر درمیان کی ہوا، یا سالمات کی حرکت ارتعاشی، یا ذرات اشیرہ کے دبدبوں کو معدوم کر دیا جائے تو کیا اس کے بعد بھی وہ اپنی اس قوت پر اسی قدر اکڑ سکتا ہے؟

وہ اپنی ایجادات و اختراعات پر نازاں ہے وہ ریل بناتا ہے، انجن بنکاتا ہے، ہوائی جہاز اڑاتا ہے وہ منٹوں میں سیکڑوں میل کی آواز کو ایک خطہ سے دوسرے خطہ میں پہنچاتا ہے یقیناً یہ اس کے حیرت انگیز کارنامے ہیں لیکن فرض کرو کہ کوئلہ نہیں ہے، آگ نہیں ہے پانی نہیں ہے، لوہا نہیں ہے لکڑی نہیں ہے، الغرض انسان کے علاوہ اس عالم میں اور کچھ نہیں ہے کیا اس کے بعد بھی وہ یہ کر سکتا ہے یا وہ کر سکتا ہے، میں تم سے سچ کہتا ہوں اور تم بھی اس کو جانتے ہو کہ ایجاد و اختراع تو خیر، شاید اس کے بعد وہ چند گھنٹے بھی اپنی زندگی کے نظام کو قائم نہیں رکھ سکتا۔

اور یہی وہ بلند پایہ تھرا ہوا تخیل ہے جہاں پر انسان کے غرور و انانیت کا ایوان یکا یک دھم سے گر جاتا ہے احق اپنے کو سب کچھ سمجھتا ہے لیکن ایک عقلمند اپنے کو کچھ نہیں دیکھتا، آہ! کہ جب وہ اپنے ہر سانس میں غیر کا دست نگر ہے اپنی ہر حرکت و سکون میں دوسروں کا محتاج ہے تو پھر یہ غرور و بد مستی، کس پر؟ پھر ہنگامہ انانیت کیوں؟ یہ شورش لمن الملکی کس بنیاد پر؟

تنگ ظرف چھلک پڑتے ہیں۔ اکڑتے ہیں، غراتے ہیں، لیکن عمیق رو حیں مطمئن ہیں، وہ سب کچھ کرتی ہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی جانتی ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

قل کل من عند اللہ فما لہؤلاء القوم لا یفکون حدیثا (الحی القيوم)

کہہ دو! کہ سب کچھ اللہ ہی کے یہاں سے ہے پھر اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

بہر حال اس مختصر تبصرہ سے میری غرض اس وقت فقط اس قدر ہے کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے کائنات کی امداد و اعانت کی بنیاد پر کرتا ہے۔

انسان عقل و تدبیر، ہوش و حواس ادراک و احساس کے آلات کو لے کر کرۂ زمین پر آتا ہے اور دیکھتا ہے اس کے سامنے مواد کا ایک غیر محدود ذخیرہ پھیلا ہوا ہے، وہ اپنی ادراکی قوتوں کو ان ہی مادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جوڑتا ہے ربط دیتا ہے پھر بھی تو اسی ارتباط کے بعد کائنات کا کوئی ناموس (راز) اس کے سامنے بے نقاب ہو جاتا ہے مثلاً وہ گلاب کی شاخوں سے ایک پھول توڑتا ہے اور قوت شامہ (سوگنھنے کی قوت) کے ساتھ اسے ربط دیتا ہے حتیٰ کہ یکا یک اس پر یہ منکشف ہو جاتا ہے کہ اس پھول میں ایک اور عالم (یو) ہے جس کو نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ کان سن سکتے

ہیں نہ ہاتھ چھو سکتے ہیں نہ زبان کچھ سکتی ہے۔

اور کبھی فقط جوڑنے سے کام نہیں چلتا، بلکہ وہ اپنی روح کو اس مادہ میں غرق کر دیتا ہے اس کے ظاہر و باطن میں پیوست ہوتا ہے، جس کے بعد بسا اوقات وہ ایسے عجوبہ طراز اسرار کا، اعلان کرتا ہے، جس کو اس سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا۔

مثلاً تم دیکھتے ہو، کہ یہی زمین جو ظاہر فقط خاک اور دھول کا ایک تیرہ گوں مجموعہ ہے کون باور کر سکتا تھا، کہ مٹی کے اسی ڈھیر میں گہی کی ندیاں بہہ رہی ہیں اور دودھ کی نہریں جاری ہیں کون یقین کر سکتا تھا کہ اسی مشت خاک کے ساتھ بالوشاہی اور شکر پارے رلے ملے ہیں۔ اسی میں مرچ کی تلخی بھی ہے اور املی کی ترشی بھی، اسی کے اندر تیلوں کے سرچشمے بھی ہیں اور بادام و پستے کے مغزیات بھی۔

لیکن انسان اسی میں ڈوبا، اور گھسا حتیٰ کہ اب وہ ان تمام چیزوں کو اسی گرد و غبار سے چھان بین کر نکال لیتا ہے وہ اسی زمین سے گھانس، چارے اکھاڑتا ہے اور اپنی گائے بھینس کے منہ میں اسے ڈال دیتا ہے پھر تھوڑی دیر بعد اسی گھانس بھونے کو، جو زمین کے اجزاء سے تیار ہوئے تھے، دودھ کی شکل میں منچوڑ لیتا ہے، وہ اکیہ اور گنوں کی چھوٹی چھوٹی شاخوں کو اسی زمین پر نصب کر دیتا ہے اور چند ہی دنوں کے بعد اس کے گھر میں شیرینی کی ریل پیل ہو جاتی ہے گویا زمین میں اس نے ایک شکر کش مشین گاڑ دی ہے، جو دھڑا دھڑ زمین کے اجزاء شیریں کو مٹی سے الگ کر کے باہر پھینکتے رہتے ہیں، اسے کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے، خدا جانے پہلے کیا کرتا ہوگا لیکن اب تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بولے کے سیاہ اور کالے دانوں کو اسی مٹی میں ملا دیتا ہے اور اسی کے بعد وہ روٹی کی گانٹھوں کو اندر سے باہر لے آتا ہے پھر اس کو مختلف ترکیبوں سے شیر وانی، کوٹ کرتے پائجامے کی شکل میں ڈھال لیتا ہے، اور اسی کی طرف توجہ دلائی گئی:

وفی الارض قطع متجاورات وجنت من اعناب وزرع ونخيل صنوان
و غیر صنوان یسقی بماء واحد ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل ان فی
ذلک لآیات لقوم یعقلون (العلیم الحکیم)

اور زمین میں ملے جلے قطعات اور تختے ہیں (جن میں) انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور درخت ہیں، بعض چند شاخوں کے ساتھ نکلتے ہیں اور بعض اکیلے یہ سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں مگر پھر بھی ہم بعض کو بعض پر مزے کے اعتبار سے برتری عطا کرتے ہیں، اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھ رہا ہے انسان کی قوت فکریہ، ایجاد شدہ چیزوں سے الگ ہو کر مادے کی نہ معلوم خواہش و اسرار کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور آئے دن نئے انکشافات، خواہش کا اعلان کرتی رہتی ہے، کچھ دن اسی کا

غلغلہ عالم میں بلند رہتا ہے، یہاں تک کہ جب کثرت استعمال کے بعد وہ راز بھی ایک پیش افتادہ حقیقت ہو جاتا ہے تو دوسری چیزیں سامنے آتی ہیں۔

یقیناً کسی زمانہ میں مٹی اور کچڑ کے اندر سے برقی کی قاشوں کے مواد کا بہم پہونچانا ایک عجیب و غریب نظریہ خیال کیا گیا ہوگا، لیکن اب یہ ایک معمولی بات ہے حتیٰ کہ اسی طرح رفتہ رفتہ انسان نے آتش و آب کی باہمی ارتباط سے بخار (اسٹیم) کی قوت کا پتہ چلایا، اور زمانہ اس پر محو حیرت ہو گیا، پھر اس نے مواد کی باہمی مصاکت و مصادمات کے قانون سے برق (الکٹریسیٹی) کا راز دریافت کیا اور دنیا اسی پر سر دھن رہی ہے اور کسی کو کیا معلوم کہ اولاد آدم آئندہ چل کر، کن کن چیز پر سر دھنے والی ہے و علم آدم الاسماء کی تاویل و تہدیق کے لئے ابھی ہم کو بہت کچھ دیکھنا ہے، کیونکہ اس قضیہ کو کلیہ ہونا ہے اور ہو کر رہے گا۔

آسمانی اشاروں میں ارتقاء و انکشاف، کی اسی حقیقت کی طرف، و خلق لکم ما فی الارض جمیعاً سے راہنمائی کی گئی۔

اور زمین ہی نہیں، شوقین بصیرتوں کے سامنے تو اس سے بھی بڑا میدان پیش کیا گیا ہے۔

و سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض جمیعاً منہ (باری عزاسمہ)
اللہ نے تمہارے فائدہ کے لیے (نہ صرف مادہ ارضیہ) بلکہ تمام چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں
مفتوح و مسخر کر دیا ہے۔

پس جو چاہے۔ ان اشیاء کے درپچہ ہائے کمال میں جھانکنے خود اس سے فائدہ اٹھائے، اور دوسروں کو مستفید ہونے کا موقع دے، یہ بتایا گیا ہے کہ انسان نہ صرف زمین، بلکہ فضا کے آسمانی کے تمام کائنات سے ہر قسم کے منافع حاصل کر سکتا ہے وہ اس کی اعانت و امداد سے کبھی سرتابی نہیں کر سکتے اور یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کی اہمیت سے انسان روز بروز واقف ہو رہا ہے۔

وہ ہوا، وہ بادل، وہ آفتاب، اس کی گیس، بلکہ تمام سیارات کو اپنے منافع کیلئے کار آمد بنانے کی کوشش میں مصروف ہے، اور ہمیشہ رہے گا، خواہ سائنس کے ذریعہ سے ہو، یعنی حواس خمسہ کی مدد سے، یا باطنی قوی اور مخفی طاقتوں کی اعانت سے، لیکن جدوجہد کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گا کہ دراصل اس سے انسان کے کمالات اور کائنات کے کمالات کا انکشاف ہوتا ہے اور یہ دونوں ملکر میں کیا بتاؤں کہ کس کے کمالات قد و سبہ جبروتیہ کے آئینہ بنتے ہیں۔

کیا ہوتا ہے اگر آئینہ نے یہ نہیں سمجھا کہ میرے سامنے کس کی طلعت جہاں آرا نے برقعہ الٹ دیا ہے وہ اپنی اندر جھانکنے والی نگہ مست سے شرمسار نہیں ہوتا ہے، تو جہاں جہاں سے تو اس سے جا مل رہے ہیں، لیکن اسی ظلم و جھول

آئینہ میں صورت دیکھنے والا اپنی صورت بھی دیکھ رہا ہے، صاحب جلوہ بھی ہے اور اس کا جلوہ بھی ہے، وہ روشن بھی ہے ظاہر بھی ہے، اور ظاہر ہوتا رہے گا۔

کس شان کے ساتھ اسی آیت کے بعد نظر بازوں کو پیغام نظر دیا جاتا ہے:

ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون (القدوس السلام)

اس میں (یعنی گزشتہ بالا اعلان میں) یقیناً کثرت سے نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو اپنی قوت فکر یہ سے کام نہیں لیتے۔

بہر حال میں کیا کہنے لگا، غرض یہ ہے کہ انسان اور کائنات کے باہمی تعلقات پر نظر ڈالنے کے بعد یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جس حکمت بالغہ نے ہم کو یعنی ہماری روحوں کو ہیکل جسمانی کے ساتھ وابستہ کیا ہے اسی نے محض اپنے فضل عظیم، لطف کریم، سے اس ہیکل کے بقاء و صحت، نشو و نما کیلئے ہر طرح کے سامان ہمارے ارد گرد پھیلا دیئے ہیں، اور پھر اسی نے ہمارے اندر ایسی قوتیں ودیعت فرمائی ہیں، جن کی راہنمائی سے ان تمام چیزوں پر تسلط حاصل کر لیتے ہیں۔

بیض زمین اور فضاء کائنات کے اس مادی سلسلہ میں جہاں تک غور کیا جائیگا، یہ بات قطعاً واضح ہو جائے گی کہ انسان اپنے مادی ڈھانچے کی پرورش کیلئے جن جن چیزوں کا محتاج ہے اسکے مہیا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی گئی ہے۔ بد بخت نہ سوچنے والی قومیں کچھ ہی کہیں، لیکن بنی آدم کی بلند اختر قبیلوں نے اس کا اقرار کیا ہے۔ اور ہمیشہ اقرار کرتے رہتے ہیں، کالوں کو اپنے جسم کے پالنے میں تکلیف ہوتی ہو تو ہوان کے پچتر فیصدی افراد کو چوبیس گھنٹوں کے اندر دو دفعہ بھی پیٹ بھر کر کھانا نہ ملتا ہو تو نہ ملے، لیکن قدرت پر یہ الزام غلط ہے، رونا اپنی عملی قوتوں کی بیکاری پر چاہئے، ماتم ان زنگ آلود جودی طاقتوں پر کرو، جو ان سب میں ہیں، لیکن آہ! کہ کچھ دنوں سے کسی میں نہیں ان کے پاس اگر سردی سے بچنے کیلئے اچھے کپڑے نہیں ہیں، تو یہ مہوٹ ہے کہ خزائن السموات والارض میں ایسے کپڑے نہیں ہیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ اس خزانہ سے حاصل کرنے کے لیے جس سعی اور کوشش کی ضرورت ہے وہ ان میں نہیں ہے۔

قرآن حکیم کا اعلان عام ہے: وقد رآ فیہا اقواتہا سواء للمائنین (حق سبحانہ وتعالیٰ)

اور ہم نے زمین میں تمام ذخیرے ناپ تول کر رکھ دیئے ہیں جو ہر ایک جستجو کرنے والے کے لئے

برابر ہے۔

پس جو دروازہ کھٹکھٹائے گا، اس کیلئے کھولا جائے گا وہ جو کنڈی نہیں ہلاتا اگر اس کیلئے دروازے نہیں کھلتے تو

حسرت کس پر ہے؟

”کتاب روشن“ میں تو تم سے کہا گیا تھا کہ:

هو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه والیہ
النشور (باری عزاسمہ)

اس نے تمہارے فائدہ کیلئے زمین کو تمہارے لئے بالکل رام کر دیا ہے، پس اس کے کندھوں پر چلو پھرو،
اور اسی کی پیداوار کو کھاؤ (اور یاد رکھو) کہ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ادیم زمیں سفرۂ عام اوست
چہ دشمن بریں خوان یغما چہ دوست

پھر جس میں سرپوش اٹھانے کا بھی سلیقہ باقی نہیں رہا ہے وہ دسترخوان پر اگر نہیں بیٹھ سکتا تو اپنے سلیقہ کو
درست کرے خوان یغما کا کیا قصور۔

لیکن جہاں اس جرم و استخوانی بیکل کی تربیت و پرورش کیلئے خالق القوی والقدر نے مواد کا اتنا عظیم الشان
ذخیرہ پھیلا دیا ہے کہ جس کی کوئی تھاہ نہیں انسان خدا جانے کس زمانے سے اس کے ختم کرنے میں مصروف ہے، لیکن وہ
کسی طرح ختم نہیں ہوتے۔

وہیں یہ کس قدر عجیب، اور کتنا حیرت انگیز سانحہ ہے کہ بعض سیاہ بھیجوں نے محض اپنی ازلی شقاوت اور انتہائی
کور باطنی کے ساتھ قدرت قاہرہ جلیلہ فیاضہ پر یہ گستاخانہ اور ناپاک حملہ کر دیا کہ قدرت نے اگرچہ فانی جسموں، اور تباہ
ہونے والے ڈھانچوں کیلئے یہ سب کچھ کیا ہے لیکن وہ جو اصل جوہر ذات ہے اور حقیقت انسانہ اسی سے عبارت ہے بلکہ
واقع میں انسان وہی ہے اسکے معاملہ میں انتہائی بخل اور غایت تنگدلی سے کام لیا گیا ہے حتیٰ کہ اب ان جرمی زبانوں سے
یہ آواز بغیر کسی تذبذب کے عام طور سے نکل رہی ہے کہ اس کیلئے اس ساری کائنات میں کچھ نہیں ہے کائنات کے سلسلہ
حوادث کی کوئی کڑی اس مقصد کیلئے مفید نہیں العظمتہ للہ میں یہ سنتا ہوں اور میرے ہوش و حواس پر اختلال طاری ہوا
جاتا ہے یہ کیا کہا گیا کہ اگر دانت میں کوئی معمولی سی چیز انک جاتی ہے تو اسکے نکالنے کیلئے اس عالم میں ہزاروں قسم کے
خلال، غیر محدود و مقدار میں موجود ہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ کیسا دعویٰ ہے کہ انسان کے دانت میں نہیں، بلکہ خود اسکے اندر اگر ہمیشہ کیلئے تباہ کرنے
والی چیز انک جائے تو اس ساری کائنات میں اس کا کوئی علاج نہیں آخر یہ کس دیوانے نے کہا اور کن ابلہوں نے باور کیا،
کہ ہمارے جوتوں کے میل صاف کرنے کیلئے تو اس عالم میں ہزاروں سامان موجود ہیں، لیکن اگر خود ہم پر گرد پڑ جائے،
اور ہمارے اندر میل بیٹھ جائے تو اس کیلئے فیاض قدرت نے کچھ نہیں لکھا خدا خواستہ اگر ایسا ہے تو پھر قدرت کی بمثال
فیاضی، جس کا ظہور ذرہ ذرہ میں بدیہی طور پر محسوس ہو رہا ہے کیا ایسا لفظ ہے جو کبھی شرمندہ معنی نہیں ہوا۔

آخر ہم ان مادوں کی مدد سے کیسا لفظ بنائیں جس کا معنی خود ہماری اعانت سے مجبور

ہیں، اگر یہ صحیح ہے کہ ہمارے استخوانی جیکل کے لئے تو سب کچھ کیا گیا ہے اور خود ہمارے لئے کچھ نہیں ہے تو پھر یقیناً یہ کہنا ہی بالکل درست ہے کہ اس ہماری کائنات میں انسان کے لئے کچھ نہیں ہے۔

اور یہی نہیں کہ اس ذخیرہ میں ہمارے نفع کے لئے کچھ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد قطعاً یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہمارے سامنے ہے اس میں انسان کے آرام و عیش و سرور و نشاط کے سامان نہیں، بلکہ دکھ درد و تکلیف و مصیبت کی آگ بھری ہوئی ہے۔

مجھے عقل دی گئی ہے اور میرے سامنے گندھک، شورہ، سیسہ، لوہا، اور اسی طرح کے دوسرے مواد پھیلا دیئے گئے ہیں تاکہ میں ان سب کو ملا کر جلا کر وہ چیزیں تیار کروں جن سے انسان کے جوڑ بند کھل جاتے ہیں۔ ترکیب اعضاء کی تباہ ہو جاتی ہے۔ اُن کی آبادیاں خاک میں مل جاتی ہیں۔

میرے سامنے مادہ کا یہ انبار کیوں لگایا گیا ہے۔ جبکہ میری یعنی میری روح کی درستی کے لیے ایک تنکا بھی نہیں پیدا کیا گیا اگر میری روح اور میری حقیقت کی پرورش کیلئے کچھ نہیں تھا، تو پھر میرے ڈھانچے کیلئے بھی کچھ نہ ہوتا، تاکہ روحانی ضعف سے مجبور ہو کر اگر میں کچھ کرنا چاہتا تو بجائے بندوق چلانے کے صرف دانت نکال کر دوڑتا، سینگوں کی جگہ، صرف اپنے ناخن سے دوسروں کو نوچتا میرے جنوں کا اثر محدود ہوتا، میری دیوانگی عالم گیر نہ ہوتی۔

اور بالفرض اگر کبھی میں اپنی مذہبی حرکتوں سے تھک کر گر بھی پڑتا ہوں، تو اس وقت بھی ان مادوں سے مجھے کسی قسم کی تسلی نہیں ہوتی، میں اپنے پیٹ میں ان ہی مادوں کو مختلف الوان و اشکال کی صورت میں ٹھونکتا ہوں اور چینی کی رکابیوں سے اٹھا اٹھا کر ٹھونکتا ہوں، مگر پھر جب غور کرتا ہوں تو گو کیسہ شکم بھر جاتا ہے لیکن مجھ میں پھر بھی وہی خلاء باقی رہتا ہے میری اندرونی بے چینی میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔

ہم اپنی اس چرمی کالبد کو روئی کے ریشوں اور اون کے بالوں، ریشم کے تاگوں سے منڈھتے رہتے ہیں بلکہ کبھی کبھی اس میں نمونے کے تار، اور موتیوں کے ہار کو شریک کر لیتے ہیں، لیکن جب اپنے اوپر نظر ڈالتے ہیں، تو اپنی حقیقی بے سروسامانی میں کسی قسم کی تخفیف نہیں پاتے۔

انسان کا جسم مادہ کی غذا تلاش کرتا ہے لیکن خود انسان اس غذا سے اپنے اندر اطمینان کی خشکی نہیں پاتا۔ اور جو دیوانہ پاتا ہے وہ شاید اطمینان کی برودت و سکینت سے ہی نا آشنا ہے شاید اس نے اطمینانی سرور کے ساتھ اس کرۂ ارضی پر کبھی سانس نہیں لی۔

ہاں میں نے کائنات کے اس عریض و طویل سلسلے کو دیکھا، اور بغور دیکھا اس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جنکی مجھے اس وقت تک ضرورت ہے، جب تک کہ اس زمین پر چل پھر رہا ہوں۔

تو کیا جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا تو میرے لئے وہاں کوئی سامان

نہیں کیا، اگر وہاں نہیں کیا ہے تو پھر یہاں اتنی خاطر مدارات کی کیا ضرورت تھی، میں خوب جانتا ہوں کہ جب اس زمین سے میں اٹھالیا جاؤں گا، تو پھر میں پنجاب کے گہبوں کو نہیں دیکھ سکتا۔

گنگا مجھے اپنا پانی نہیں پلا سکتی، برار کی روٹی وہاں نہیں جاتی، مانچسٹر کے تھان اور نیویارک کے قندیلوں کی مانگ وہاں نہیں ہے۔

تو کیا میں وہاں نہ جا کر دیا جاؤں گا بھوک سے مردوں گا، پیاس سے تڑپوں گا اندھیرے میں بھٹکوں گا۔ آہ! اگر ایسا ہے تو کیا اس زمین پر میں صرف اس لئے آیا تھا کہ میرا مذاق اڑایا جائے، کیا میں واقعی کسی کا مسخرہ ہوں، یہ چیزیں یہاں مجھے محض بطور دل لگی کے دی گئی تھیں، تاکہ میں جب ان سے خوش ہو جاؤں تو مجھے پاگل و دیوانہ بنانے کے لئے ان سب کو ایک ایک کر کے مجھ سے چھین لیا جائے اور میں ان کی تلاش و جستجو میں ادھر ادھر مارا پھروں، اور مذاق کرنے والا میری اس بے ہنگم جستجو کو دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہو۔



نہیں تو کیا ایسا ہے کہ اس زمین کی زندگی (یعنی خود میں) ہمیشہ کے لئے معدوم کر دیا جاؤں گا، میرا اس کے بعد کچھ پتہ نہ ہوگا، نہ یہاں ہوگا، اور نہ کہیں اور ہوگا، اگر ایسا ہے تو پھر فیاض قدرت جس کی جود و کرم کا یہ کچھ چرچا ہے کیا اس نے مجھے اپنا شکار بنایا، وہ فیاض نہیں، بلکہ داندے کر چھری پھیرنے والا صیاد ہے کیا میرے گچھڑے میں مادیات کا آنا اس لئے اتارا گیا ہے تاکہ جب میں اس میں الجھ جاؤں تو زور سے جھٹکا دیا جائے، کھینچا جائے، اور پھر اس کے بعد میری ہستی ہمیشہ کیلئے برباد کر دی جائے تو کیا میں قدرت کی غذا ہوں، یا اس شغل سے اس کا جی بہلتا ہے کہ مجھے دانے دے کر مارے، کاٹے تباہ و برباد کر دے۔

اللہ اللہ اس مسافر نواز شخص کو میں کیا کہوں جس نے راہ میں میرے لئے پانی کے مٹکے رکھے کھانے کیلئے میوہ دار درخت لگائے، درختوں کی شاخوں پر دسترخوانوں میں پلیٹ کر ہر طرح کی غذا بھی رکھ دی، میرے لئے تھوڑی تھوڑی دور پر اس نے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لیے فرش و فرش لحاف و بستر سے آراستہ مکان بھی بنا دیئے۔ یہ سب کچھ کیا، لیکن جب میں اپنی منزل پر پہنچا تو اس نے میری گردن بلاوجہ اڑا دی، میرا سامان بھی چھین لیا۔ حالانکہ اس کو نہ میری ضرورت تھی نہ میرے گوشت و استخوان کی، اور نہ میرے کپڑے لینے کی یقیناً اگر میری زندگی اسی خاک داں تک ختم ہو جاتی ہے تو قدرت کے متعلق بیساختہ ہر شخص کی زبان سے وہی الفاظ نکل پڑیں گے، جو اس مسافر نواز کیلئے تجویز کئے جاسکتے ہیں، کیا اس کے بعد کائنات اور اس کا مرتب نظام ایک فعل عبث، امر باطل، شغل لایعنی سے زیادہ کوئی رتبہ حاصل کر سکتا ہے۔



لیکن الحمد للہ کہ بجز دیوانوں کے جن کا اثر صرف ابلیہوں تک محدود ہے عالم نے اس خیال کو جھٹلایا، اور ہمیشہ اکثریت نے اس کو جنوں اور ہذیان قرار دیا، بنی آدم کے برگزیدہ نفوس بے لوث اور گرامی ہستیوں نے جب کبھی نظامِ کونی کے اس مرتب و متق سلسلے کو دیکھا تو ان کی مقدس روحوں سے غیبی آوازوں میں یہ صدا آئی۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لآیات لا ولی الا للہ (الہی ان قال) ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحانه (باری عز اسمہ)

بلاشبہ آسمان و زمین کی پیدائش اور رات دن کے الٹ پھیر میں کثرت سے نشانیاں ہیں، ان لوگوں کیلئے جنکے اندر مغر، عقل ہے، (وہ ان کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ اے پروردگار تو نے ان چیزوں کو بیکار پیدا نہیں فرمایا: کتیری ذات لغویت) سے پاک ہے۔

ہاں! یہ قطعاً غلط ہے کہ جس نے میرے گوشت کے ٹوٹنے اور ہڈیوں کی پرورش، نشوونما کیلئے، یہ کچھ سامان کیا ہے، اس نے میرے لئے میری ذات کے لیے کچھ نہیں کیا، ہو نہیں سکتا کہ جس نے محض میرے جوتے کی گرد پونچھنے کے لئے طرح طرح کی چیزیں مہیا فرمائی ہوں، اس نے خود میرے لئے کچھ نہیں کیا ہے۔

بلاشبہ ہم کو یہ واقع یقین کرنا چاہئے کہ اس فیاض ہستی نے اس چیز کو بھی ضرور پیدا کیا ہے جن کی طرف میرا جوتا اور میری چھڑی نہیں بلکہ خود میں محتاج ہوں، میری ذات محتاج ہے میری حقیقت محتاج ہے۔

جن کا سراغ مواد کے ذخیروں میں نہیں ملتا، لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو اس ذخیرے میں نہیں ہے، وہ واقع میں بھی نہیں ہے تو کیا قدرت اس قدر عاجز و لاچار ہے کہ اس کی ساری ایجادی زور آزمائیوں کا دائرہ اسی کثیف مادے تک محدود ہے کیا وہ اس سے زیادہ لطیف زیادہ نفیس زیادہ پاکیزہ چیز نہیں پیدا کر سکتی، جس کو ہمارے جسم سے نہیں، بلکہ ہماری لطیف ذات سے مناسبت ہو اس مادی ذخیرے میں جتنی چیزیں ہیں، ان کا ڈانڈا، فقط میرے مادہ جسدی سے مل سکتا ہے لیکن جس چیز کی ضرورت میرے گوہر پاک کو ہے اگر وہ ان تاریک و ظلماتی ڈھیروں میں نہیں ملتی، تو کوئی حرج نہیں، کہ وہ اس میں مل بھی نہیں سکتی۔ مگر پھر بھی اگر وہ مادی کائنات کے دائرہ میں نہیں، تو روحانی کائنات کے دائرہ میں ضرور ہے کیونکہ ہم بھی اسی کائنات میں ہیں اس لئے کہ اس کو بھی اسی کائنات میں ہونا چاہئے۔



نازک احساس والوں نے آخر اسے ڈھونڈا، اور اسی کائنات کے احاطہ میں پالیا، حتیٰ کہ آخر میں یہ ان ہی کا اعلان ہے کہ یہ امر مقدس قدرت کی فیاضیوں کا وہ پاک سلسلہ ہے جس کو ہم کبھی وحی کبھی نبوت کبھی رسالت کے لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں۔

کمزور بھیجوں کے انسان کہتے ہیں کہ ان ضرورتوں کے لئے ہم قدرت کی طرف سے بے نیاز ہیں، ان

حاجتوں کو خود ہمارا دماغ پورا کر سکتا ہے اور کرتا ہے لیکن جو انسان اپنی ایک معمولی پھنسی کے لئے قدرت کی طرف ہاتھ پھیلائے کیلئے مجبور ہے، وہ کس طرح مدعی ہو سکتا ہے کہ اس کے جسم میں نہیں، بلکہ خود اس کے اندر جو گھاؤ ہیں، اُن کو وہ بغیر تائید قدرت کے اچھا کر لے گا۔ اگر اس پر بھی وہ مصر ہے تو اس دیوانے کو چھوڑ دو تا کہ اس کا زخم زخم بوزینہ بن کر رہے، وہی اسی کے اندر تڑپے، پھڑکے، مری بھی نہیں سکتا کہ یہ پھوڑا اسکے جسم میں نہیں بلکہ اسکی جو ہر ذرات میں ہے انسان اپنے جسم کو چھوڑ سکتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اپنے آپ کو اپنے سے کس طرح علیحدہ کر سکے گا۔

لیکن ایک عقلمند یہ کبھی نہیں کر سکتا، وہ جب اپنی مونچھ کے بالوں کو تراشنے کیلئے بھی لوہے کی کان میں جھانکنے کیلئے اپنے کو مجبور پاتا ہے تو پھر اس کی سمجھ میں یہ کس طرح آ سکتا ہے کہ اپنی ذات کی غیر فطری صفحات کی قطع و برید کے لئے قدرتی چیزوں سے بے نیاز ہے، وہ جس سے اپنی جسدی ضروریات کو مانگتا اور اس سے مانگنے میں نہیں شرماتا۔ اسی سے اپنی ذاتی حاجات کو بھی طلب کرے گا۔ اور طلب کرتا ہے اور پاتا ہے، کامیاب رہتا ہے اور کامیاب جاتا ہے اور ہمیشہ کامیاب رہے گا۔ اولنک ہم المفلحون۔ یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس کی نگین ہستی پر ہمیشہ کے لئے منقوش کر دیا جاتا ہے۔

بہر حال بات کہاں سے کہاں پہنچی، میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس طرح ہیکل جسمانی کے لئے مواد کا ایک اجمالی ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے جس کو ہم مادی "کائنات" کہتے ہیں اور روزمرہ اپنی جسمانی ضرورتوں کو اسی سے نکال نکال کر پوری کر رہے ہیں، ٹھیک۔ "اسی طرح سلسلہ موجودات میں ایک ایسی چیز بھی ہے جو ظاہراً اُسی طرح مجمل ہے جس طرح مثلاً "زمین" کا مادہ لیکن جب سوچنے والوں اور دینے والوں نے اس کی تحلیل و تفصیل کی تو انسانوں کے لئے ان منافع کا ایک دریا بہہ پڑا جن کا تعلق انسان کے جوہر ذرات اور اصل حقیقت سے ہے اور اسی سلسلہ کو ہم "روحانی کائنات" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

اسی مقدس سلسلہ فیوض نے آغاز آفرینش بنی آدم سے ہمیں بتایا کہ مواد کے استعمال کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ ہم ان کو بجائے خون ریزی، شرانگیزی، جنگ و قتال کے، اپنی سلامتی اور امن و آسائش کا ذریعہ کس طرح بنا سکتے ہیں۔

جی مدنیّت، پاکیزہ تمدن مسرت افزا حضارت، کیونکر پیدا ہو سکتی ہے اجتماع افراد کو مفاسد، خباثت، شرارت، اور بے چینی کے زہروں سے کس طرح مصفا کیا جاسکتا ہے۔



پھر اسی قدوس فیض قدرت نے ہمیں سمجھایا کہ جب ہم اس زمین کو چھوڑیں گے تو پھر ہم کہاں جائیں گے اور وہاں پر امن زندگی سلامتی اور راحت کے ساتھ کیوں کر مل سکتی ہے۔

اسی نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کائنات کا اصل غرض کیا ہے، انسان کا تعلق اصل میں جال کس لئے بچھایا گیا

ہے اور انسان اس پر کس لئے قابض ہے کائنات اگر اس کے لئے ہے تو وہ خود کس کے لئے ہیں ہم نے قدرت کی اس رحمت عامہ کو پہچانا، اس کو جانچا، دیکھا سمجھا، اور اسی کے بعد، وہ تمام نجس باتیں برباد ہو گئیں جو قدرت کی تنگ نظری یا عبث کاری کے متعلق ناپاک کھوپڑیوں میں پیدا ہوتی تھیں۔

اس کی رحمت عام، اس کا فیض محیط، اس کی خبر گیری ہمہ گیر نظر آئی، اس نے میرے جوتے کی بھی خبر لی ہے، اس نے میرے بال سنوارنے کا بھی سامان کیا، اس نے میرے ناخن تراشنے کے لئے بھی چیزیں دیں، اور اسی کے ساتھ اس نے خود میری اصل ذات کے لئے جو کچھ بھی چاہئے تھا، سب کچھ دیا، اور سیر چشمی کے ساتھ دیا اہتمام کے ساتھ دیا۔ و ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها • (حق سبحانہ تعالیٰ)

اگر تم خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو گن نہیں سکتے۔

اور یہی پیغام ان والا صفات، گرامی سمات، بے غرض مقدسین کا ہے جن کو ہم ”انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات“ کے مطہر عنوان سے یاد کرتے ہیں، صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کائنات کے اس سلسلہ کا ظہور کبھی نوح علیہ السلام، کبھی ابراہیم علیہ السلام، کبھی موسیٰ علیہ السلام، یا اسی قسم کے دیگر برگزیدہ ارواح کے ذریعہ سے ہوا، اور پھر اخیر میں وہ ایک نہایت مضبوط اور مستحکم اصولوں کے ساتھ بنی آدم کے فرد اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ واصحابہ کے قلب قدس سے بیابان فاراں میں قرآن کے فطرت آراء بصیرت افروز شکل میں چہرہ پرداز ہوا، جیسا کہ خود ”اسی نورمیں“ کی روشنی میں ہم پڑھتے ہیں:

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا

بہ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ • الایة۔ (حق سبحانہ تعالیٰ)

تم لوگوں کے لئے وہ راہ خدا نے مقرر کی جس کی وصیت نوح کو کی گئی اور جس کو (اے پیغمبر) ہم نے تم پر اتارا، اور جس کی وصیت ہم نے ابراہیم وموسیٰ و عیسیٰ کو کی۔

روحانی منافع کا یہ ذخیرہ اصل حقیقت کے اعتبار سے ہمیشہ ایک رہا ہے لیکن زمانہ کی تغیرات و تبدلات کے اعتبار سے اس میں بعض جزئی محاسن و اوصاف کا اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ ایک وقت وہ آیا، اس معدن میں جن جن چیزوں کا پیدا ہونا ضروری تھا سب پیدا ہو گئیں، اور ہر حیثیت سے بنی آدم کے اعلیٰ و ادنیٰ کیلئے کافی و ادنیٰ کامل و اکمل ہو کر ایک اکمل ترین روح کے ذریعہ سے نسل آدم کو سونپ دیا گیا، اور الحمد للہ کہ وہ اپنے تمام محاسن و جمال کے ساتھ اس وقت موجود ہے۔

لیکن میں کہہ آیا ہوں کہ قدرت نے ہم کو جو کچھ بھی دیا ہے، محض جمل دیا ہے اصل شیء وہیں سے آئی ہے خواہ

میں نے کہا تھا کہ باوجود اس بات کے کہ اسی زمین میں ہماری تمام ضرورتیں پوشیدہ اور مستور ہیں لیکن ان ضرورتوں سے ہم اس وقت تک مستفید نہیں ہو سکتے، جب تک کہ اس کے اندر غور نہ کریں اپنی ادراکی اور تفتیشی قوتوں کو اس کے اندر غرق نہ کریں۔

بجسہ قرآن کا بھی یہی حال ہے کہ ظاہر اودہ بالکل ایک مختصر سی کتاب اور نہایت ہی جمل سی چیز نظر آتی ہے لیکن رو حیں اسی میں ڈوبتی ہیں، گھسکتی ہیں حتیٰ کہ جب نکلتی ہیں تو کوئی ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہو جاتا ہے کوئی امام اعظم ابو حنیفہ بنتا ہے، کسی کو غوث اعظم کا رتبہ ملتا ہے کسی کو حجۃ الاسلام غزالی اور مولائی مثنوی کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔

اور میں تم کو کیا بتاؤں کہ کیا دیکھتا ہے، اور دیکھ کر کیا بنتا ہے، وہ اس کے اندر جا کر کیا سمجھتا ہے اور پھر اس سے کیا نکالتا ہے جو اس میں نہیں پڑا وہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے متعلق بہت کم اندازہ کر سکتا ہے۔

کم از کم اسی مثال سے سمجھو کہ ظاہر اس پانی میں تمہیں کیا بجلی نظر آتی ہے لیکن جس نے غوطہ لگایا اسی نے اس میں اس کو پایا، بہر حال میں نہایت تفصیل سے بتاتا آیا ہوں کہ مجمل مادہ میں ظاہر اُچکھ نہیں لیکن سوچنے والے وہ سب کچھ اسی سے نکال لیتے ہیں جن کا تعلق مادہ انسانی سے ہے۔

پس اسی طرح گو تم کو قرآن کے چند گئے گنائے اور اق میں شاید کوئی زیادہ اہمیت خیز شئی نظر نہ آئے، اگر چہ یوں بھی وہ کس کو بغیر تڑپائے چھوڑتا ہے؟ تاہم قرآن چونکہ قدرتی چیزوں سے ہے، اسلئے وہ کوشش اور سعی کو دعوت دیتا ہے ہر شخص اپنی کوشش کی مقدار سے اس سے حصہ پائیگا جس طرح مادہ کے اسرار میں بھی جو جتنی کاوش کرتا ہے پاتا ہے۔ قرآن کی اس قدرتی اجمال کی طرف، جو ہر ایک قدرتی شئی میں نمایاں طور پر نہیں ہے، خود مبہط و جی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں اشارہ فرمایا:

لا تشبع منه العلماء ولا یخلق علی كثرة الرد ولا تنقضى عجائبه • (رواہ الترمذی)

اہل علم (دانش) اس سے (قرآن سے) کبھی سیر نہیں ہو سکتے وہ کثرت سے بار بار دہرائے کے بعد بھی کبھی پُرانا نہیں ہو سکتا اس کے عجائبات بھی ختم نہیں ہو سکتے۔

دیکھو! ٹھیک جس طرح دنیا اس زمین کی پیداواروں سے کبھی سیر نہیں ہو سکتی مادہ کے ایک راز کے اکتشاف کے بعد طبعاً متجسس طبائع دوسرے اسرار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور کسی طرح اس سے نہیں گھبراتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے متعلق بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے علم کے متلاشی کبھی سیر نہیں ہو سکتے کہ اس کے ہر ناموس (راز) کے بعد دوسرا ناموس اپنی طرف بلاتا ہے۔

تم دیکھ رہے ہو کہ خدا جانے کتنے ناموس ہیں ان اس مٹی کو کرید کر منافع حاصل کر رہا ہے ہر سال اسی

زمین کو جوتا ہے اس میں دانے ڈالتا ہے فصل کاٹتا ہے لیکن پھر چند ہی مہینوں کے بعد، اس کے بل، بیل اسی زمین پر موجود نظر آتے ہیں، غرض یہ ہے کہ باوجود اس الٹ پھیر کے، یہ زمین کسی طرح پرانی نہیں ہوتی ٹھیک یہی قرآن کے متعلق ارشادِ نبوی ہے کہ یہ جتنی دفعہ دہرایا جائے گا پرانا نہیں ہوگا، اور ہمیشہ نئی فصل اس سے ہاتھ لگتی رہے گی، اسی لئے آپ نے ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا:

نعم الحال المرحّل۔

کیا اچھا ہے کہ وہ شخص جو اترنے کے بعد پھر سوار ہو جاتا ہے (یعنی) قرآن ختم کرنے کے بعد پھر شروع کر دیتا ہے۔

پھر دیکھو! مادہ کے عجائبات مادی ضرورتوں کیلئے کبھی ختم نہیں ہو سکتے نئی چیزیں روزانہ ابل رہی ہیں۔ پس وہ چیز جو روح ہے اس کی عجائبات بھی روحانی منافع کے باب میں کبھی ختم نہیں ہو سکتے جیسا کہ ابھی ارشادِ نبوی میں گذر چکا کہ ”اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔“

اور یہی نہیں اس قدرتی مادے کے حالات و کوائف، خصائص و اوصاف پر ہم جہاں تک غور کرتے ہیں۔ اسی سے اُس قدرتی روح کی بھی شرح ہوتی چلی جاتی ہے۔ تم دیکھتے ہو، کبھی کبھی اس مادی کائنات کے بعض اجزاء میں سخت بے ربطی نظر آتی ہے مثلاً ایک مدت تک یہ دیکھا جاتا تھا کہ سمندر میں جزر و مد چاند کی زوال و کمال کے ساتھ پیدا ہوتا ہے لیکن اسرارِ مادی کی تلاش کرنے والوں پر بالکل نہیں کھلتا تھا، کہ آخر ان دونوں میں کیا ربط ہے، حتیٰ کہ سوچنے اور غور کرنے کے بعد آخر یہ راز فاش ہو گیا۔ اور عام طور سے مشہور ہے۔

اسی طرح، بارش، آفتاب، مون سون، سمندر، ان چیزوں میں مدتوں بے ربطی نظر آتی رہی، لیکن اب سمجھا جاتا ہے کہ ان سے زیادہ مضبوط ربط اور کسی چیز میں بھی نہیں۔

اور اسی پر کیا موقوف ہے، بعض مسخروں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ میاں نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کو مٹھی میں بھر کر فضا کے آسمانی میں چھڑک دیا، کہ ان میں کوئی نظام نہیں ہے، لیکن علمِ النجوم کے ماہرین سے جا کر پوچھو! کہ وہ کیا کہتے ہیں، کیا اس سے زیادہ مرتب نظام وہ کہیں اور پاتے ہیں؟

ٹھیک اسی طرح ہم کبھی کبھی ”روحانی کائنات“ (قرآن) کے بعض اجزاء میں سخت بے ربطی محسوس کرتے ہیں، اور چونکہ اس کو مصنوعی کلام پر قیاس کیا جاتا ہے اس لئے بسا اوقات کوئی ربط پیدا نہیں ہوتا، لیکن احبارِ اسلام جو قرآن کو انسانی کلام پر نہیں بلکہ اسی جیسے دوسری کائنات پر قیاس کرتے ہیں تو ان کے سامنے تمام اسرارِ اسی ربط کے دریافت کرنے میں مستور نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ جس طرح آج کائناتِ مادی کی بنیاد وحدت پر قائم کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ گوبادی النظر میں یہ تمام چیزیں جدا جدا نظر آتی ہیں لیکن واقع میں وہ سب ایک ہی زنجیر میں جکڑی ہوتی ہیں۔

یہ دعویٰ علماء قرآن کا بھی ہے۔

مادہ کا متلاشی کہتا ہے کہ ہمارا سارا فلسفہ یہی ہے کہ مادی موجودات کی باہمی ربط کو دریافت کر لیں۔

اسی طرح روح کا متجسس کہتا ہے کہ ہمارا سارا علم یہی ہے کہ روحانی موجودات (یعنی آیات قرآنی) کے

باہمی ربط کا پتہ چلا لیں۔

بہر حال ان کا دعویٰ یہی ہے کہ قرآن کوئی انسانی تالیف اور بشری صناعت نہیں ہے، بلکہ وہ ایک قدرتی

حقیقت ہے، پس اسے ہمیشہ اسی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہئے، جس سے اور قدرتی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ اس کو اسی طرح پڑھنا چاہئے جس طرح ہم اس مادی صحیفہ فطرت کو پڑھتے ہیں۔

اس کی ہر آیت کو ایک مستقل وجود اسی طرح قرار دینا چاہئے، جس طرح اس مادی کائنات کے ہر موجود کو قرار

دیا گیا ہے، اور جس طرح مادی کائنات کے خاص خاص موجود کے لئے خاص خاص، علم بنائے گئے۔ مثلاً درخت کیلئے

ایک خاص علم ہے۔ پانی کا ایک خاص فن ہے۔ الی غیر ذلک۔

اسی طرح قرآن کی ہر آیت بھی یہی چاہتی ہے کہ اس کے ماننے والے اس کی ہر آیت کے لئے ایک مستقل

فن بنائیں۔

اور اسی طرح ہم اس ”روحانی کائنات“ کے فوائد سے اسی طرح متمتع ہو سکتے ہیں، جس طرح ”مادی

کائنات“ کے منافع سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

وہ ایک مستقل عالم ہے اور اسی لئے قرآن کے لئے ان تمام لوازم، کی جستجو کرنی چاہئے جن کی تلاش ہم مادی

عالم میں کرتے ہیں۔

حتیٰ کہ اس بنیاد پر بلا کسی خوف و تردید کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح اس مادی عالم کے بعض اجزاء سے

ہمارے جسد استخوانی کو کبھی کبھی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ ٹھیک یہی حال ”روحانی کائنات“ کی ہستیوں کا ہے، ایسا ہوتا ہے

اور بسا اوقات ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اسی کے بعض اجزاء سے بجائے کسی نفع کے حقیقت انسانیت و روح کو ضرر اور ضرر عظیم پہنچ

جاتا ہے اسی کی طرف خود قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے:

یضلل بہ کثیرا و یهدی بہ کثیرا (رب حکیم)

اسی قرآن سے بہت سی (روحوں) کو خدا گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو سیدھی راہ پر لے چلتا ہے۔

لیکن العیاذ باللہ، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان اجزاء اور آیتوں کو خداوند رحمن نے ضرر پہنچانے کیلئے

اتارا ہے کیوں کہ اس کا امکان ”روحانی کائنات“ میں تو خیر اس ”مادی کائنات“ میں بھی نہیں۔

بلکہ اصل یہ ہے کہ اس عالم میں ہو، یا اُس عالم میں، اصل ذات کے اعتبار سے، نہ کوئی چیز بیکار ہے اور نہ

مضر، لیکن اسی کے ساتھ ہر چیز کے استعمال کا ایک قانون اور خاص طریقہ ہے مثلاً فرض کرو کہ اس عالم میں اُپلے بھی ہیں، گیہوں بھی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی بیکار یا مضر ہے لیکن فرض کرو کہ کسی نے اُپلے کو کبابی میں چور کر کھانا شروع کیا۔ اور گیہوں کو ایندھن میں جھونک دیا۔ تو یہ قصور نہ اُپلے کا ہوگا نہ گیہوں کا بلکہ یہ طریقہ استعمال کی نادانیت کا نتیجہ ہے۔

اور یہ تو ایک مثال ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو ہر چیز کے استعمال کا طریقہ معلوم ہے ان کے نزدیک اس عالم کی کوئی چیز نہ بیکار ہے اور نہ مضر، وہ سب ہی کو مفید سمجھتے ہیں اور حسب استطاعت ہر ایک سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پس قرآنی ”کائنات“ (آیات) سے اگر بجائے ہدایت کے کسی میں ضلالت کے جراثیم پیدا ہوں تو اس میں کیا شبہ ہے کہ یہ اس آیت کا قصور نہیں ہے بلکہ اس احق کی جہالت اور علمی سرکشی کا نتیجہ ہے۔ خود منزل قرآن جل شانہ نے اسکی تصریح ان لفظوں میں فرمائی: وما یضل بہ الا الفاسقین اور قرآن سے خدا نہیں گمراہ کرتا، مگر محض فاسقوں کو۔ جو ان روحانی کائنات کے طریقہ استعمال اور قانون تناسب سے واقف نہیں ہے اور وہ ان فطرتی حدود کی جو ہر ایک آیت کے استعمال کے لئے مقرر ہے، پرواہ نہیں کرتا اسی کو فاسق کہتے ہیں۔ اس لئے اگر ان نادانوں کو قرآن سے کوئی نقصان پہنچا تو یہ اُن کے ہی نقص کا خمیازہ ہے۔ ولا یحبی المکر السیء الا باہلہ۔

اور یہی نہیں، بلکہ تم دیکھتے ہو کہ کبھی کبھی ہمارا یہ کل جسمانی کچھ اس طرح مریض ہو جاتا ہے کہ مادی عالم کا ہر جزء اور اس کی ہر ایک چیز جسم کے لئے مضر ہو جاتی ہے حتیٰ کہ دنیا کی مفید سے مفید چیزیں ایسے وقت میں انسانی جسد کے لئے زہر قاتل کا کام انجام دیتی ہے۔

ٹھیک یہی حال اس ”عالم روح“ کا بھی ہے کہ کبھی نہ صرف اس کی بعض آیتیں بلکہ مسلم قرآن ان لوگوں کے حق میں سم قاتل ہو جاتا ہے، جنہوں نے اپنی روحانی صحت بر باد کر لی ہے اس مسئلے کو خود قرآن نے واضح کیا ہے۔

واذا ما انزلت سورة فممنہم من یقول ایکم زانثہ ہذہ ایمانا فاما الذین آمنوا فزادتهم ایمانا و ہم یستبشرون و اما الذین فی قلوبہم مرض فزادتهم رجسا الی رجسہم و ماتوا و ہم کافرون۔ (رب رحیم عزیز)

اور جب کوئی سورۃ اتاری جاتی ہے تو ان میں کچھ ایسے ہیں، جو کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کس کے اندر اس سورۃ نے ایمانی قوت کا اضافہ کیا۔ پس ایمان والوں کا تو یہ حال ہے کہ ان کے ایمان میں اس سے بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور اپنی اس (روحانی مسرت) پر ایک دوسرے کو خوشی کا پیغام سناتے ہیں، مگر وہ لوگ جن کے دل میں بیماری ہے تو پھر یہی سورۃ ان کی نجاست پر نجاست کا اضافہ کرتی ہے وہ مر جاتے

ہیں اور کافر مرتے جاتے ہیں۔

بہر حال آیت قرآنی سے اگر کسی کی نجاست پر نجاست کا اضافہ ہوتا ہو، تو اس میں قصور اس شخص کا ہے جس نے حدود اللہ کی حفاظت نہ کی، اور ہر طرح کے خیالات کو بغیر کسی آئین و قانون کے اپنے اندر اتارتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ان ہی بے اعتدالیوں نے آخر اس کی صحت برباد کر دی، اور جس کی صحت خراب ہو جاتی ہے کیا شبہ ہے کہ اس کے حق میں اعلیٰ سے اعلیٰ مفید سے مفید چیزیں بھی بد سے بدتر ہو جاتی ہیں۔

اور اسی لئے دونوں عالم کے موجودات سے فائدہ اٹھانے کیلئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ انسان کے اندر صحیح اور سچی قوت متمیز ہو، اور پھر ہر موجود کے طریقہ استعمال سے بھی واقف ہو، ممکن ہے کہ بعضوں میں یہ قوت تمیزی فطری طور پر موجود ہو، لیکن اکثر افراد انسانی اس کیلئے اکتساب و تعلیم کی طرف محتاج ہیں خواہ وہ کسی مدرسہ میں ہو، یا جاننے والوں کی محض صحبت میں خصوصاً ”روحانی کائنات“ کی چیزیں چونکہ بہت زیادہ لطیف اور بہت زیادہ دقیق و نازک ہیں۔ اس لئے اس کے حدود منازل طرق استعمال، کے علم کیلئے، روحانی بصیرت اور دلی تنویر کی ضرورت ہے، جو بغیر کسب و ریاضت کے مشکل ہی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

اسرار و حقائق کا یہی پاک سلسلہ ہے جو درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہوا۔ اخیر میں اسلام کے اس طائفہ منصورہ کے یہاں علیٰ وجہ الکمال بے نقاب ہو جاتا ہے جن کو ہم لوگ صوفیہ کرام اور اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ اور خاص اصطلاح میں ان کا سچا نام صدیقین ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنہ کثر اللہ وجودہم فی الاسلام و المسلمین فانہم دعائم الدین و ارکانہ۔

حواشی

- ۱۔ اس آیت میں نباتات کی تینوں قسم کی طرف اشارہ کیا گیا۔ بیل کھیتیاں درخت پھراوہر اشارہ کیا گیا کہ ایک ہی زمین میں ایک ہی پانی میں پرورش پانے کے بعد وہ کون سی قوت ہے جو ان میں مختلف ذائقہ پیدا کر دیتی ہے کسی میں ترشی کسی میں شیرینی کسی میں روغن کسی میں تلخی وغیرہ۔
- ۲۔ اور تمہارے فائدہ کے لئے ہم نے وہ تمام چیزیں پیدا کی ہیں جو زمین میں ہیں۔
- ۳۔ وکذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا کی آیت میں خدا نے قرآن کو روح فرمایا۔ ۱۲